فوائد الفواد کی روشنی میں شیخ نظام الدین اولیآء کا علمی مقام ایک تحقیقی جائزہ

A Research Study on the Literary Status of Sheikh Nizamuddin Auliya in the Light of Fawaid al-Fuad

Asmaa Jabeen
Visiting Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Chakwal
Email: a.jabeen555@gmail.com
Dr. Hafiz Muhammad Ishaq
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, University of Chakwal
Email: muhammad.ishaq@uoc.edu.pk

Abstract

Islam made an obligation for every men and women to get and spread knowledge. After the Holy prophet Muhammad there are many scholars of Islam have made notable contribution to promote the Islamic teachings and knowledge. Many Sufis are famous in the explanation of the Holy Quran and Sunnah. In Islamic history, every scholar and Sufi performed the duty of spreading knowledge to the all kind of people. Shaikh Niz̲**ā**muddīn Awliyā, was a shining star Sufi on the sky of Islamic propagation in Sub-continent. He significantly contributed to the spreading of Islamic teachings and knowledge in Sub-continent. Shaikh Niz̲āmuddīn Awliyā is famous in the field of Sufism but he is one of most prominent scholar of Islamic knowledge. His most famous work is "Fawāʾid al-Fuʾād "originally written in Persian language. Fawāʾid al-Fuʾād is spiritual and literary discourses of Shaikh Niz̲āmuddīn Awliyā originally compiled by Amīr Ḥasan ʿAlaʾ. This book is one of the earliest and most respected treatises of Islamic spiritual thoughts. In the light of Fawāʾid al-Fuʾād, the achievements of Shaikh Niz̲āmuddīn Awliyā in understanding interpreting and communicating the Qur'an, Hadith and her skill in jurisprudence, literature and poetry is glorious chapter of Islamic Sufism. He has deep and correct knowledge of the Quran, hadith, history and poetry etc. In this Article the educational status of Shaikh Niz̲āmuddīn Awliyā in the light of Fawāʾid al-Fuʾād has been discussed. This book shows that its writer was a great Sufi and great scholar.

Keywords: Niz̲āmuddīn Awliyā, Fawāʾid al-Fuʾād, sufi, Persian literature

برصغیر پاک وہند کے طول و عرض میں صوفیائے کرام کے کئی سلاسل موجود ہیں۔ اہل سنت صوفیا کے سلاسل میں سے سلسلہ قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ اور چشتیہ کو بالخصوص برصغیر پاک وہند میں شہرت کی معراج حاصل ہوئی ہے۔ چشتی سلسلہ کا فیضان برصغیر پاک وہند میں خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے قدم سے ہے۔

پاک وہند میں چشتی بزرگان دین کسی نہ کسی نسبت سے خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ سے کہیں نہ کہیں جاملتے ہیں۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کے فیضان کے پروردہ ایک صوفی محبوب الٰہی خواجہ شیخ نظام الدین اولیآ بھی ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء جیسے صوفیائے کرام نے پوری زندگی دین متین کی تبلیغ میں صرف کر دی۔ آپ کے ہزاروں عقیدت مند پاکستان سمیت دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کا مزار دلی میں ہے۔ آپ نے دیگر صوفیائے چشت کی طرح اپنے پیر و مرشد حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے۔ اپنے بزرگان کے نقش قدم پر چلتے ہوئے خواجہ نظام الدین اولیاء کے خلیفہ خاص حضرت خواجہ امیر حسن سنجریؒ نے آپ کے ملفوظات کو" فوائد الفواد" کے نام سے جمع کیا ہے۔ ملفوظاتی ادب میں فوائد الفواد کا بہت بڑا نام ہے۔ یہی وجہ ہے تحقیقی مقالہ کے لئے فوائد الفواد کا انتخاب کیا گیا ہے۔ عمومی طور پر صوفیائے کرام کے بارے میں عصر حاضر کے بہت سے لوگ یہ سوچتے بھی ہیں اور ساتھ تصوف کے ناقدین اعتراض بھی کرتے ہیں کہ صوفیا کا علم شریعت یا مروجہ دینی علوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ علم طریقت اور علم شریعت الگ الگ ہیں۔ لہذا صوفیائے کرام علوم اسلامیہ سے خالی تھے۔ نیز وہ صرف عبادت میں مصروف رہتے تھے۔ ان کو علم سیکھنے اور سکھانے کی فرصت بھی نہیں تھی۔ اسی وجہ سے وہ مروجہ علوم وفنون سے بے خبر تھے۔ مذکورہ بالا گفتگو کچھ تو عقیدت میں اندھے ہو کر اپنے شیخ کی فضیلت میں بطور دلیل ذکر کرتے ہیں۔ اور کچھ تصوف کے ناقدین بطور نقد یہ باتیں اٹھاتے ہیں۔ مذکورہ بالا مفروضوں کی بنیاد پر اس مقالہ میں اس سوال کا جواب تلاش کیا جائے گا کہ خواجہ نظام الدین اولیاء کا علمی مقام کیا تھا؟ اور کیا فوائد الفواد جیسی تصوف کی کتب صرف تصوفانہ مباحث پر مشتمل ہیں؟ یا ان میں مروجہ علوم وفنون کو بھی اہمیت دی گئی ہے؟ نیز کیا خواجہ نظام الدین اولیاء جیسے صوفیائے کرام علم شریعت وطریقت کے جامع کہلانے کے صحیح حقدار ہیں؟ اس سوالات کا جواب آنے والے صفحات میں پیش کیا جائے گا۔ مقالہ میں اختصار کے ساتھ جامع ملفوظات حضرت امیر حسن سنجری اور خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے احوال و آثار ذکر کئے جائیں گی۔ پھر فوائد الفواد کی روشنی میں خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا علمی مقام کا جائزہ لیا جائے گا۔

احوال و آثار جامع فوائد الفواد:

فوائد الفوائد حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے ملفوظات ہیں. ان کو جمع کرنے والے حضرت نجم الدین امیر حسن علاء سنجر، بدایوں میں 652ھ / 1254ء کو پیدا ہوئے۔ عہد بلبن میں دہلی آگئے اور دہلی میں تعلیم حاصل کی [1]۔ حضرت امیر حسن نے امیر خسرو کے ساتھ سلطان بلبن کے ہاں بطور "دوات دار" ملازمت کی ہے۔ حضرت امیر حسن سنجری درباری ملازم کے ساتھ ایک دنیا دار اور آزاد منش انسان تھے۔ ایک دفعہ شراب پینے کے بعد اتفاقاً

حضرت نظام الدین اولیاء سے ملاقات ہوئی تو اسی ملاقات نے حضرت امیر حسن سنجری کی کایہ ہی پلٹ دی۔ حضرت امیر حسن سنجری نشے کی حالت میں یہ اشعار پڑھے۔

سالھا باشد کہ ما ھم صحبتیم — گر ز صحبتھا اثر باشد کجا است

زہد تان فسق از دل ما کم نہ کرد — فسق ما یاں، بہتر از زہد شما ست

ترجمہ: کتنے برسوں سے ہماری ایک دوسرے سے ملاقات ہے۔ اگر صحبت میں کوئی اثر ہوتا ہے تو کہاں ہے؟ تمہارا زہد ہمارے فسق پر غالب نہ آسکا۔ گویا ہمارا زھد تمہارے فسق سے اچھا ہے۔ ان اشعار کے جواب میں حضرت نظام الدین اولیاء نے فرمایا۔

در صحبت اثرہائے ست[2]۔

یعنی صحبت میں اثر ہے۔

پھر آپ نے سر پر ہاتھ پھیرا اگلے دن آکر بیعت توبہ کی۔ حضرت امیر حسن کے فتح المعانی اور دیوان امیر حسن بہت مشہور ہیں۔ فوائد الفوائد کا آغاز ۳ شعبان ۷۰۷ھ / 28 جنوری 1308ء بروز اتوار کو کیا۔ ضیا الدین برنی، امیر حسن کے بارے میں لکھتے ہیں:

میر حسن مذکورہ اوصاف واخلاق مرضیہ بودہ است[3]۔

میر حسن نہایت پسندیدہ اخلاق واوصاف کے مالک تھے۔

فارسی شعر وادب میں مہارت تامہ ہونے کی وجہ سے حضرت امیر حسن کو سعدیٔ ھند بھی کہا جاتا ہے۔ ان کی وفات 29 صفر 735ھ بمطابق 26 ستمبر 1337ء بروز جمعہ ہے[4]۔

احوال وآثار حضرت نظام الدین اولیاءؒ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کی ذات گرامی کا ہندوستان کے ان برگزیدہ ہستیوں میں شمار کیا جاتا ہے جو نہ صرف صوفی تھے۔ بلکہ مفسر، محدث، فقیہ، ماہر لسانیات، شاعر اور عالم بھی تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے دادا خواجہ علی بخاری اور نانا خواجہ عرب بخاری وسط ایشیا میں بخارا کے رہنے والے تھے۔ اس علاقے پر منگولوں کے تسلط ہونے کے بعد ان کا خاندان ہجرت کر کے ہندوستان آگیا۔ خواجہ عرب کے فرزند عبد اللہ سے محمد المعروف نظام الدین اولیاء (اکثر تذکرہ نگاروں کے مطابق) 1238ء کو پیدا ہوئے[5]۔

ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ سے حاصل کرنے کے بعد قدوری حضرت علاؤالدین اور علم لغت ابو بکر خراط سے حاصل کیا۔ دہلی میں شمس الدین خوارزمی، برہان الدین بخاری، امین الدین محدث تبریزی، کمال الدین زاہد جیسے

کبار علماء سے علم حاصل کیا[6]۔ علم طریقت کے لئے حضرت بابا فرید الدین گنج شکر علیہ الرحمہ کے پاس آئے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر سے ظاہر اور باطن کے تمام علوم پڑھے اور فنافی اللہ کے مقام پر فائز ہوئے۔ حضرت بابا فرید گنج شکر کو اتنی محبت تھی کہ انتقال کے وقت حضرت بدر اسحٰق کو وصیت کی اور فرمایا کہ نظام الدین دہلی سے آئیں تو میرا مصلّٰی، عصا، تسبیح، خرقہ اور نعلین ان کو دے دینا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء نے بابا فرید کے ملفوظات کو بھی جمع کیا ہے۔ نام مبارک محمد تھا۔ لیکن نظام الدین اولیاء کے نام سے مشہور ہیں۔ سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ایک دن گھر میں بیٹھے تھے کہ ہاتف غیب سے کسی نے آکر آواز دی نظام الدین باہر آو۔ تو اس وقت آپ نے سوچا کہ گھر میں نظام الدین تو کوئی نہیں ہے۔ مگر میں ہی ہوں۔ پھر اس کے بعد نظام الدین لوگوں میں مشہور ہو گیا۔ بعد کے زمانہ میں آپ کا لقب "نظام الدین اولیآء" ہو گیا[7]۔ مشہور شاعر حضرت امیر خسروؒ مرید تھے اور ساتھ خلیفہ بھی تھے۔ حضرت نظام الدین اولیآءؒ بہت ہی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ حضرت نظام الدینؒ کی کوئی صلبی اولاد نہیں تھی۔ آپ کا وصال 18 ربیع الثانی 725ھ بمطابق 2 اپریل 1325ء کے دن صبح کو ہوا۔ حضرت شاہ رکن الدین ملتانی اور حضرت چراغ دہلوی نے آپ کو قبر میں اتارا[8]۔

فوائدالفوائد کا تعارف:

حضرت امیر حسنؒ نے حضرت نظام الدین اولیآءؒ کے ملفوظات کو جمع کیا ہے جو کہ پانچ جلدوں اور 189 مجالس پر مشتمل ہیں۔ ملفوظات کی زبان فارسی ہے۔ فوائد الفوائد کے قلمی نسخہ جات کتب خانہ سالار جنگ میوزیم حیدر آباد میں نمبر 120 کے تحت اور نیشنل میوزیم دہلی نمبر 263 کے تحت موجود ہیں۔ فوائد الفوائد پاکستان سمیت ہندوستان سے متعدد بار شائع ہو چکی ہے۔ اردو زبان میں حضرت خواجہ حسن نظامی دہلویؒ کا مشہور ترجمہ ہے جو کہ محقق کے ہاتھ میں بھی ہے[9]۔ فوائد الفوائد کے بارے میں ڈاکٹر نثار یوں رقمطراز ہیں:

صحت زباں، صحت روایت، حسن اسلوب اور حجیت کے اعتبار سے یہ کسی صوفی درویش کے ملفوظات کا پہلا مجموعہ ہے۔ جو ایک خاص نہج پر اور تاریخ وار مرتب ہوا ہے۔ ایسا کوئی مکمل ملفوظ اس سے پہلے موجود نہیں تھا[10]۔

حضرت خواجہ نظام الدین اولیآءؒ کے ملفوظات معارف، حقائق اور اسرار و رموز کا ایک ایسا گنج گراں مایہ ہے جن کی مثال نہیں ملتی۔ فوائد الفوائد میں مختلف علوم اور معارف کے ان گنت انمول اور بے مثال موتی بکھرے ہوئے ہیں۔ ملفوظات میں حضرت نظام الدین اولیآءؒ کی علوم و معارف میں رفعت و منزلت آپ کے علمی مقام کی عکاس ہے۔ اگر ان ملفوظات کے علمی مقام کو مختلف عنوانات کے تحت جمع کر کے مطالعہ کیا جائے تو اس وقت ان ملفوظات کا علمی مقام لوگوں کے سامنے آئے گا۔ جب ان ملفوظات کا بنظر غائر مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ

حضرت نظام الدین اولیآءؒ نہ صرف ایک صوفی تھے بلکہ آپ علوم عقلیہ اور نقلیہ میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ فوائد الفوائد کی ہر ایک مجلس میں علم کا ایک بہت بڑا خزانہ ملے گا۔ڈاکٹر خلیق احمد لکھتے ہیں:

فوائد الفوائد کے جملے جس زبان سے بولے گئے۔میں ان کے عظیم المرتبت ہونے میں شبہ کرنا علم و دیانت کے خلاف ہے۔ فوائد الفوائد پڑھتے وقت محسوس تو ایسا ہوتا ہے کہ علم حدیث کا ایک ناپید کنار اسمندر میں موجیں مار رہا ہے[11]۔

فوائد الفواد کی روشنی میں شیخ نظام الدین اولیآءؒ کا علمی مقام:

فوائد الفوائد کوئی حکایت و واقعات کی کتاب نہیں ہے بلکہ حقیقتاً اس کتاب نے مروجہ علوم عقلیہ اور نقلیہ پر مشتمل ہونے کے ساتھ ساتھ انسانی قلوب کے تزکیہ اور تحلیہ کا وافر سامان پیدا کیا ہے۔ جس کی مثال نہیں ملتی۔ فوائد الفوائد کے مطالعہ سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت نظام الدین اولیآءؒ نے علماء اور صوفیا کے درمیان جو حدود بڑھتی جارہی تھیں انکو ختم کرنے کے لیے مولوی اور صوفی کے درمیان اتحاد اور اعتدال پیدا کرنے کی جدوجہد کی۔ کیونکہ جاہل صوفیاء نے یہ سمجھا ہوا ہے کہ تصوف صرف طریقت کا نام ہے۔اس کا شریعت اور علوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

ذیل میں فوائد الفواد کی روشنی میں مشہور علوم دینیہ کا اختصار کے ساتھ تذکرہ کیا جاتا ہے۔

تفسیر اور علوم تفسیر فوائد الفوائد کی روشنی میں:

سب سے پہلے یہ بات ذہن میں رہے کہ فوائد الفوائد کا اصل مقصد لوگوں کے ظاہر و باطن کی اصلاح کرنا ہے۔ جس میں حضرت نظام الدین اولیآءؒ نے مختلف علوم وفنون کی روشنی میں ہدایت کے مختلف راستے دکھائے ہیں۔ قرآن کریم اسلامی شریعت کا اصولی اور بنیادی مآخذ ہے۔ فوائد الفوائد میں حضرت شیخ نظام الدین اولیآءؒ نے اپنی فصیح وبلیغ زبان فارسی میں قرآن کریم اور احادیث نبوی کو کسی جگہ پر تفصیل کے ساتھ اور کسی جگہ پر نہایت اختصار کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ حضرت نظام الدین اولیآءؒ کو قرآن مجید کی تفسیر پر مکمل عبور حاصل تھا اور ان ملفوظات کے بیان کرنے کے وقت قرآنی تفسیر کے لطائف و معارف آپ کے ذہن میں مستحضر ہوتے تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے زمانہ میں تفسیر کشاف اور بیضاوی کو بہت شہرت حاصل تھی۔ علامہ زمحشری نے نحو، ادب اور بلاغت کی روشنی میں تفسیر کشاف کو تالیف کیا ہے۔ لیکن جار اللہ زمخشری معتزلی عقائد سے وابستہ تھے۔ حضرت نظام الدین اولیآءؒ نے فوائد الفوائد میں نہ صرف تفسیر کشاف کی روشنی میں نحوی تراکیب ذکر کی گئی ہیں۔ بلکہ معتزلی عقائد کی بھی نشاندہی کی ہے۔ جیسا کہ فوائد الفوائد میں ہے:

پھر علامہ زمخشری کی علمی جلالت کا اعتراف کر کے ان کے معتزلانہ عقائد کی مذمت فرمائی اور شیخ صدرالدین کے حوالہ سے فرمایا کہ انہوں نے ایک شخص کو خواب میں دیکھا کہ اسے زنجیر میں باندھ کر کے لے جایا جارہا تھا۔ انہوں نے پوچھا یہ کون ہے؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ نحو مفصل کا علم رکھنے والا زمخشری ہے[12]۔

اسی طرح ایک اور مجلس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ تفسیر بیضاوی بھی پڑھاتے تھے ملاحظہ ہو:

ایک روز میں نے دیکھا کہ شیخ علیہ الرحمہ کے سامنے تفسیر ناصری (بیضاوی) رکھی ہوئی ہے۔ آپ نے اس تفسیر کے مصنف قاضی ناصر الدین کی ایک کرامت بیان فرما کر اس تفسیر کی عظمت و مقبولیت پر روشنی ڈالی[13]۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو علوم تفسیر پر بھی عبور تھا۔ تفسیر میں موضوع اور ضعیف احادیث کی پہچان تھیں۔ جیسے آپ نے ایک موقع پر سورۃ النازعات کی فضیلت بیان کی۔

"جو شخص نماز کے بعد سورۃ والنازعات غرقاً کی تلاوت کرتا ہے اسے حق تعالیٰ زیادہ دیر تک قبر میں نہیں رکھتا اور وہ ایک نماز کی مقدار سے زیادہ قبر میں نہیں ٹھہرتا[14]۔

درج بالا فضیلت میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے احتیاط سے کام لیتے ہوئے اسے حدیث نہیں کہا چونکہ یہ قول علماء تفسیر کے نزدیک موضوع روایات میں سے ہے۔ اس وجہ سے آپ نے بھی اس کو حدیث یا فرمان رسول ﷺ کی طرف منسوب نہیں کیا ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ قرآن مجید کی باریک بینیوں سے بھی واقف تھے۔ ایک موقع پر خواجہ امیر حسن سنجریؒ نے دو آیات میں ملتے جلتے الفاظ کے معانی کے بارے پوچھا کہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا[15]

پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔

اس پر حضرت خواجہ حسن ایک اور آیت پڑھ کر اصحاب کہف کے قول کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالی نے فرمایا:

فَلْيَنْظُرْ اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا[16].

وہ کھانا لانے والا یہ دیکھے کہ کونسا کھانا پاکیزہ ہے

خواجہ حسن نے عرض کی "طیبات" کا معنی بھی "پاکیزہ" ہے اور "ازکیٰ" کا معنیٰ بھی "پاکیزہ" ہے۔ دونوں میں فرق کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فوائد الفوائد میں ایک لطیف فرق بیان کیا:

"طعامے خواشند کہ طبائع بداں مائل باشد"[17]

وہ اصحاب کہف مرغوب اور پسندیدہ کھانے کو پسند کرتے تھے۔

یعنی ازکیٰ سے مراد پاکیزہ کھانا ہے۔ مگر کھانے کے ساتھ وہ کھانا پسندیدہ اور مرغوب بھی ہو۔

علم حدیث میں وسعت مطالعہ:

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ نے فوائد الفوائد میں بہت سے مقامات پر احادیث نقل کی ہیں۔ لیکن احادیث کے معاملہ میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اپنے ملفوظات میں بہت احتیاط سے کام لیا ہے۔ اکثر مقامات پر صحاح ستہ کی احادیث کے علاوہ احادیث صحیحیہ کے متن کو لائے ہیں۔ نیز حضرت شیخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو احادیث کی جانچ پڑتال کے لئے علم رجال اور احادیث کی فنی حیثیت بھی معلوم تھی۔ ایک موقع پر حضرت حسن سنجریؒ نے اپنے مرشد سے پوچھا"**السخی حبیب الله وان کان فاسقاً او کافراً**"ان الفاظ کو لوگ بہت کثرت سے بیان کرتے ہیں کیا یہ حدیث ہے یا نہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا:

آنچہ در صحیحین است آں صحیح باشد۔[18]

وہ جو صحیحین میں ہے اصل میں وہی صحیح حدیث ہے۔

اس جواب سے یا تو حضرت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کی مراد یہ تھی کہ درج بالا حدیث اگر حدیث ہے بھی تو صحیح کے مرتبہ میں نہیں ہے۔ یا پھر آپ کی مراد یہ تھی اصل حدیث وہی ہے جو ترمذی یا دیگر کتب صحاح ستہ میں ہے۔ جیسے امام ترمذی نے درج ذیل الفاظ کے ساتھ حدیث نقل کی ہے۔

السخی قریب من الله قریب من الجنة قریب الناس بعید من النار۔[19]

سخی اللہ کے قریب ہے۔ جنت کے قریب ہے۔ لوگوں کے قریب ہے اور دوزخ سے دور ہے۔

اسی طرح خواجہ حسن سنجریؒ نے ایک مجلس میں ایک حدیث کی تحقیق کے لئے عرض کی:

"یہ جو طریقہ ہے کہ ایک آدمی پانی پیتا ہے اور دوسرا اپنے ہاتھ آگے بڑھائے رکھتا ہے کیا یہ طریقہ سنت ہے؟"

شیخ علیہ الرحمہ ابھی غور فرما رہے ہیں تو ایک صاحب مجلس میں بولے یہ حدیث ہے کہ جو شخص کسی کے پانی پیتے وقت ہاتھ بڑھاتا ہے۔ وہ ضرور بخشا جائے گا۔ خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ یہ حدیث ان کتابوں میں جو مشہور اور معتبر ہیں نہیں ہے اور ممکن ہے یہ حدیث ہی ہو۔[20]

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کو احادیث کی اقسام بھی معلوم تھی کہ فلاں حدیث کس درجہ کی ہے؟۔ قاضی منہاج الدین سراج جیسے محدث کی حکایت بیان کرتے ہیں۔

ایک دفعہ قاضی سراج وعظ فرمارہے تھے۔ وعظ کے دوران انہوں نے کہا کہ چھ حدیثیں متواتر ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے۔ "**الغيبة اشد من الزنا**"[21]

جبکہ دوسری حدیث یہ ہے۔

من شم الوردولم يصل على فقد جفانى۔[22]

تیسری حدیث یہ ہے

البينة على المدعى واليمين على من انكر۔[23]

اس موقع پر خواجہ نظام الدینؒ نے تبسم فرمایا اور کہا کہ قاضی منہاج الدین نے جب یہ حدیثیں بیان کیں ۔تو اس کے بعد بولے کہ باقی تین حدیثیں مجھے بھی معلوم نہیں اور اگر مجھے کوئی طعنہ دے اور کہے کہ کیوں نہیں معلوم؟ تو میں کہوں گا کہ یہ تینوں حدیثیں تم نے مجھ سے سیکھی ہیں۔ اور تم بھی تو نہیں جانتے تھے۔[24]

فوائد الفوائد کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کو فن رجال پر بھی عبور حاصل تھا۔ چنانچہ فوائد الفوائد کی علمی مجالس میں کبھی صحابہ کرام کی بات چل نکلتی تو حضرت نظام الدین اولیاء صحابہ کرام کی سوانح حیات کو بھی بیان کر دیتے۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ کے بارے میں فرماتے ہیں:

حضرت ابوہریرہؓ فتح خیبر کے بعد ایمان لائے اور فتح خیبر کے بعد پیغمبر علیہ السلام تین برس سے زیادہ حیات ظاہر میں رہے مگر ابوہریرہؓ نے ان تین سالوں میں اتنی حدیثوں کی روایت کی ہے کہ اگر تمام صحابہ کی روایت کردہ حدیثوں کو جمع کیا جاے تب بھی ان حدیثوں کی تعداد میں مقابلہ نہیں ہو سکتا۔[25]

فوائد الفوائد کے مطالعہ سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ حضرت نظام الدینؒ حد درجہ ذہین تھے۔ زمانہ طالبعلمی میں اپنے مشائخ سے سنی ہوئی احادیث کا سماع بھی یاد تھا۔ جیسا کہ فوائد الفواد میں ہے:

گذشتہ مجلس میں آپؒ نے فرمایا تھا کہ "ایک دفعہ رسول کریم ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے کہا تھا کہ سورج کے سامنے مت بیٹھو کہ اس سے چہرے کی طراوت جاتی رہتی ہے۔" بندے کو خیال آیا تھا کہ پوچھوں کہ یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ زبان گوہر بار سے ارشاد ہوا کہ میں نے یہ حدیث کسی کتاب میں نہیں دیکھی ہے۔ البتہ مولانا علاؤالدینؒ اصولی سے سنی تھی۔ جو بدایوں میں میرے استاد تھے۔[26]

پھر فوائد الفوائد میں نہ صرف احادیث کی روایت اور درایت کو پرکھا گیا ہے۔ بلکہ مختلف مجالس میں احادیث کی اقسام جو بلحاظ صحت کے ہیں۔ اس کی بھی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ محدثین کے ہاں سب سے مستند حدیث کی قسم متواتر حدیث ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے حدیث متواتر کی فضیلت اور اہلیت پر مولانا رضی الدین نیشاپوریؒ کی حکایت بیان کی ہے۔

اس وقت رسول کریم کی حدیث کی فضیلت کے بارے میں حکایت بیان فرمائی کہ ایک دفعہ مولانا رضی الدین نیشاپوریؒ بیمار ہوئے اور ان کی بیماری نے طول کھینچا۔ ان کے پڑوس میں ایک عالم رہا کرتے تھے۔ وہ عیادت کے لئے آئے۔ اس وقت مولانا رضی الدین بحرانی حالت میں تھے۔ یہ عالم ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور یہ حدیث پڑھی"قال النبی الغیبة اشد من الزنا"[27] مولنا رضی الدین پر اگرچہ بیماری کا غلبہ تھا مگر انہوں نے ان عالم سے پوچھا کہ یہ حدیث بیان کرنے کا کونسا موقع ہے؟ کیونکہ نہ تو اس وقت زنا کا ذکر ہو رہا ہے نہ غیبت کا؟ کس وجہ سے یہ حدیث آپ نے پڑھی؟۔ اس عالم نے جواب دیا کہ میرا مقصد توجیہہ اور غیر توجیہ نہیں تھا۔ میں نے تو یہ سن رکھا تھا کہ جو کسی بیمار کے سرہانے پیغمبر اعظم کی صحیح حدیثوں میں ایک حدیث پڑھے گا۔ وہ مریض صحت پائے گا۔ یہ صحیح حدیث متواتر بھی ہے اور صحیح بھی ہے اور میں نے آپ کی صحت کی نیت سے پڑھی ہے۔ مولانا رضی الدین نے پھر کچھ نہ کہا اور اس بیماری سے صحت پائی۔[28]

درج بالا حکایت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کو احادیث کے فیوض و برکات پر کامل یقین تھا۔

عقائد اور علم الکلام کی ابحاث:

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے باطل فرقوں کو فوائد الفوائد میں نہ صرف جھنجھوڑا ہے۔ بلکہ علم الکلام والعقائد کی تفصیلی ابحاث بھی ذکر کی ہیں۔ معتزلہ جیسے فرقوں کے رد میں وعظ بھی فرمائے ہیں۔ جیسے جادو اور نظر لگنا حق ہے۔ لیکن معتزلہ اس بات کا انکار کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ حسن سنجریؒ لکھتے ہیں:

نظر لگنا بھی برحق ہے اور جادو بھی برحق ہے۔ فرمایا کہ یہ وہ حق نہیں ہے جو باطل کی ضد ہے۔ نظر اور جادو کا اثر ہوتا ہے۔ معتزلہ اسے نہیں مانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جادو اور نظر کا اثر فوراً ظاہر نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ محض وہم ہے۔ لیکن ان کا یہ کہنا درست نہیں ہے۔[29]

اس طرح اشعریہ مذہب کا بھی رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اگر کوئی اپنی ملکیت میں تصرف کرتا ہے تو اس کو ظلم نہیں کہہ سکتے۔ ظلم تو وہ ہوتا ہے کہ دوسرے کی ملکیت میں تصرف کیا جائے۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ اشعریہ مذہب میں بھی یہی ہے کہ اگر حق تعالیٰ مومن کو دوزخ میں لے جائے اور ہمیشہ وہاں رکھے اور کسی کو جنت میں لے جائے اور وہاں ہمیشہ رکھے تو وہ اس اصول کے مطابق درست ہو گا کہ اپنی ملکیت میں تصرف کیا ہے۔ مگر ہمارے مذہب میں ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ کہو کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے ہیں۔ کہو کیا برابر

ہو سکتے ہیں؟ اندھے اور آنکھوں والے۔ وہ غور و فکر کیوں نہیں کرتے؟ اس طرح کی چند مثالیں دی گئی ہیں۔ لہٰذا حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ مومن کو بہشت ہی میں لے جایا جائے اور کافر کو دوزخ میں کیونکہ وہ حکیم ہے۔[30]

الغرض حضرت نظام الدینؒ نے مروجہ فرقوں اور علم کلام کی رو سے اسلامی عقائد پر ہونے والے اعتراضات کا نہایت ہی احسن انداز میں رد فرمایا ہے۔

فقہ اور اجتہاد فوائد الفوائد کی روشنی میں:

حضرت شیخ نظام الدین اولیاء نہ صرف ایک صوفی تھے بلکہ اپنے وقت کے بہت بڑے فقیہ اور مفتی بھی تھے۔ لوگ دور دراز سے چل کر آپ سے دینی مسائل پوچھتے تھے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیآءؒ کا مسلک تھا کہ طریقت میں بھی شریعت کی پیروی اور بالادستی ضروری ہے اور حضرت نظام الدین اولیآءؒ کے ہاں جو بھی کام خلاف شریعت ہوتا۔ چاہے وہ طریقت میں جائز ہی کیوں نہ ہو؟ تو آپ اسے قبول نہیں کرتے تھے۔ خواجہ حسن سنجری فوائد الفوائد میں لکھتے ہیں:

ایک روز شیخ بہاؤ الدینؒ حاضر ہوئے اور خواجہ قطب الدین کاشانیؒ صبح کی نماز میں امامت کرا رہے تھے۔ ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ شیخ دوسری رکعت میں پہنچے اور شریک ہوگئے۔ جب قاضی قطب الدینؒ "التحیات" میں بیٹھے تو اس سے پہلے کہ سلام پھیریں۔ شیخ بہاؤ الدینؒ کھڑے ہوگئے اور اپنی نماز پوری کی جب نماز سے فارغ ہوگئے تو قاضی قطب الدینؒ نے شیخؒ سے کہا کہ نماز کے سلام سے پہلے کیوں کھڑے ہوگئے تھے؟۔ ممکن تھا کہ امام سے سہو ہوتا اور وہ سجدہ سہو کرنا چاہتا؟ جب آپ سلام سے پہلے ہی کھڑے ہوگئے تو سجدہ نہیں کر سکتے تھے۔ شیخؒ نے فرمایا کہ اگر کسی کو نور باطن سے معلوم ہو جائے کہ امام سے کوئی سہو نہیں ہوا ہے تو اس کا کھڑا ہو جانا جائز ہے۔ قاضی قطب الدینؒ بولے کہ وہ نور جو شرع کے احکام کے موافق نہ ہو وہ ظلمت (اندھیرا) ہے۔[31]

اس حکایت سے دو مسئلے معلوم ہوگئے کہ حضرت نظام الدین اولیاء کا عقیدہ یہ تھا کہ فقہ اور شریعت پہلے ہے بعد میں طریقت ہے۔ نیز حضرتؒ نے فقہ کا ایک باریک مسئلہ بھی بیان کر دیا کہ اگر کوئی شخص امام کے سلام پھیرنے سے پہلے بقیہ رکعت پڑھنے کے لئے کھڑا ہو جائے تو وہ شخص واپس نہیں لوٹ سکتا ہے۔

حضرت خواجہ نظام الدینؒ نے بیشتر مسائل میں حضرت امام ابو حنیفہ کے مسلک کو مانا ہے۔ مختلف مقامات پر حضرت امام ابو حنیفہؒ کی حد درجہ تعریف فرمائی۔ چنانچہ حضرت خواجہ حسن سنجری ذکر کرتے ہیں:

اس کے بعد حکایت بیان فرمائی کہ امام اعظم ابو حنیفہ کوفی رمضان کے مہینے میں ایک قرآن تو تیس راتوں میں تراویح کے اندر ختم کرتے اور ایک ختم ہر روز اور ایک رات کو، مجموعی طور پر رمضان کے مہینے میں اکسٹھ ختم فرماتے۔[32]

فوائد الفواد میں مختلف مقامات پر آئمہ کرام کے اختلافی مسائل کو بھی بیان کیا ہے اور ساتھ آئمہ کرام کے اختلاف کی وجہ بھی بیان کی ہے۔ جیسے نماز تراویح کے بارے میں فرمایا ہے کہ یہ سنت ہے۔ اب اصل اختلاف احناف اور شوافع کا سنت کی تعریف پر ہے۔ چنانچہ خواجہ حسن لکھتے ہیں:

بندے نے عرض کی کہ یہ رسول کریم ﷺ کی سنت ہے یا صحابہ کرام کی سنت ہے؟ فرمایا کہ صحابہ کی سنت ہے۔ رسول کریم نے ایک روایت میں تین رات تراویح ادا فرمائی اور دوسری روایت میں ایک رات۔ لیکن اس کی پابندی حضرت عمر بن خطابؓ نے اپنے عہد خلافت میں کی۔ حاضرین میں سے کسی نے پوچھا کہ صحابہ کی سنت کو بھی کیا سنت کہتے ہیں؟ فرمایا کہ ہمارے مذہب حنفی میں تو یہی کہتے ہیں۔ لیکن امام شافعیؒ کے مذہب میں سنت وہی ہے جو کام رسول کریم ﷺ نے کیا ہے۔[33]

حضرت نظام الدین اولیاء کا فقہی مسلک حنفی تھا۔ مختلف مسائل پر فتاویٰ جات فقہ حنفی کے مطابق دیتے تھے۔ لیکن آپ مجتھد کے درجہ پر فائز تھے۔ جیسا کہ فوائد الفوائد کے مقدمہ میں ہے۔

مطالعہ حدیث کا اثر یہ ہے کہ بعض مسائل میں آپ مجتھدانہ روش رکھتے تھے۔ مثلاً سماع، قرأت، فاتحہ خلف الامام و صلوٰۃ جنازہ علی الغائب جیسے مسائل میں آپ حنفی مسلک سے ہٹ کر شافعی مسلک کے پیروکار تھے۔[34]

نیز حضرت نظام الدین اولیاءؒ اپنے زمانہ کے بڑے بڑے فقہاء سے علمی مباحثہ بھی کرتے تھے۔ جیسا کہ سیر الاولیاء میں ہے:

امیر خورد نے حضرت مخدوم نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک مجلس میں شیخؒ نے مولانا فخر الدین زرادیؒ اور ان کے ایک ساتھی سے پوچھا تم لوگ کس سے پڑھتے ہو؟ یہ بولے مولانا فخر الدین ہانسوی ؒسے پڑھتے ہیں۔ پھر پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ یہ بولے ہدایہ پڑھتے ہیں۔ مخدوم صاحب فرماتے تھے کہ مولانا ہانسویؒ، شیخ کے بارے میں نہایت تعصب کے ساتھ گفتگو کرتے تھے۔ میں ان کے اس تعصب کو دور کرنے کے لئے انہیں شیخ علیہ الرحمۃ سے ملاقات کرانے آپ کی خدمت میں لایا تھا۔ شیخ نے اس ملاقات میں سے ان سے ان کی تعلیم کے بارے میں سوالات کیے تھے۔ مولانا زرادیؒ نے ھدایہ کی تعلیم کا ذکر شیخ کے سامنے پیش کر کے اس کی وضاحت چاہی۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے ہدایہ کے اس مسئلے پر وارد ہونے والے شبہات کو دور کرتے ہوئے نہایت عالمانہ تقریر فرمائی۔ مولانا زرادی شیخ کی تقریر سے حیرت زدہ تھے اور آپ کے رعب کی وجہ سے آہستہ آہستہ پیچھے ہٹتے جاتے تھے ۔ یہاں تک کہ وہ جب میرے قریب آگئے تو میرے کان میں چپکے سے کہا۔ میں شیخ کا مرید ہونا چاہتا ہوں۔ شیخ نے انکار کیا مگر مولانا کے اصرار پر آپؒ نے بیعت کر دی۔[35]

علم تصوف حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ کی نظر میں:

حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے فوائد الفوائد میں بہت مقامات پر تصوف کی باریک اصطلاحات کو ذکر کیا ہے۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ ولایت، فتح کے ساتھ اور ولایت، واؤ کے کسرہ کے ساتھ پڑھنے کے ساتھ معنی کا فرق ذکر کیا ہے۔ خواجہ حسن سنجری فرماتے ہیں:

اس مہینے کی ساتویں تاریخ جمعرات کو قدم بوسی کی دولت حاصل ہوئی۔ ولایت بالفتح اور ولایت بالکسرہ کا ذکر چل نکلا فرمایا کہ شیخ کے لئے ولایت بفتح واؤ بھی ہوتی ہے اور ولایت بکسر واؤ بھی۔ ولایت تو یہ ہے کہ جب تائب ہوتا ہے اور اطاعت کرتا ہے تو اس اطاعت سے بڑا ذوق پاتا ہے اور ممکن ہے کہ مریدوں کو خدا تک پہنچادے اور طریقت کے آداب سکھائے اور غرضیکہ جو کچھ اس کے اور خلقت کے درمیان ہے۔ اس کو ولایت کہتے ہیں اور جو کچھ اس کے اور حق تعالیٰ کے درمیان ہے۔ وہ ولایت ہے اور خاص محبت ہے اور جب شیخ دنیا سے انتقال کرتا ہے تو ولایت اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ مگر ولایت جس کو چاہتا ہے دے جاتا ہے اپنے پسند کے آدمی کو۔ اگر وہ نہ دے تو بھی جائز ہے۔ کیونکہ حق عزوجل اس ولایت کو کسی دوسرے شخص کو عطا کر دیتا ہے۔ لیکن ولایت جو اس کے ساتھ ہوتی ہے اس کو اپنے ساتھ ہی لے جاتا ہے۔[36]

اس طرح سالک کی تعریف اور سالک کے لئے منازل بھی ذکر کی ہیں۔

" سلوک کا ذکر آیا ہے فرمایا کہ چلنے والا کما کی طرف رخ رکھتا ہے۔ یعنی سالک جب تک سلوک میں ہے کمالیت کا امیدوار ہے اس کے بعد فرمایا کہ سالک ہوتا ہے اور واقف ہوتا ہے اور راجع۔ چنانچہ سالک تو وہ ہے جو راستہ چلتا ہے اور واقف وہ ہے جس کو وقفہ پڑ جاتا ہے بندے نے عرض کی کیا سالک کو بھی وقفہ پڑتا ہے؟ فرمایا ہاں جب بھی سالک کی اطاعت میں کوئی فتور پڑتا ہے جیسے کہ طاعت کا ذوق نہ رہے تو اس کے لئے وقفہ ہوتا ہے۔ اگر جلدی ہوشیار ہو جائے اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع ہو تو پھر سالک ہو سکتا ہے اور اگر خدا کی پناہ میں اسی حال پر جمارہے تو اس کا خطرہ ہے کہ راجع ہو جائے۔[37]

اس کے علاوہ فوئد الفواد میں حضرت نظام الدین نے تصوف کے درج ذیل مسائل اور اصطلاحات پر بھی تبصرہ فرمایا ہے۔

جلد نمبرا: تجدید بیعت و سبقت کا بیان، تزکیہ نفس، اطاعت مشائخ و پیر کے آداب، ترک دنیا کی تحقیق، صحبت کا اثر، ترک اختیار، سلب، خطرہ، وعزیمت، سماع و وجد کا بیان، مجاہدہ۔

جلد نمبر ۲: کتب مشائخ و کشف المحجوب کا بیان، صبر و رضا کا بیان، مریدوں کا احوال، معجزہ اور کرامت میں فرق، ترک دنیا، محبت اور اخوت کا بیان۔

جلد نمبر ۳: اولیاء کی عصمت کا بیان، نوافل و اوراد کا بیان، سماع و مزامیر کی ممانعت، اسم اعظم، زکوٰۃ کی اقسام۔

جلد نمبر ۴: کرامت کا دعویٰ کرنے والا گروہ، عرس کا بیان، اوراد کا بیان، توبہ کی اقسام، قناعت، آداب مریدان، اشتیاق و فراق کا ذکر، محبت اور قرب حق تعالیٰ، درویشوں کا بیان، مشائخ کے احوال کا ذکر، فقر اور خرقہ کا بیان، تعویذ لکھنے کا مسئلہ، استقامت بیعت،

جلد نمبر ۵: علم اور علماء سے محبت، مسبعات عشر کی فضیلت، ذکر و صبر، کشف و کرامات، سماع کے نکات، درویشوں کے اخلاق، اولیاء ابدال اور اوتاد کا ذکر۔

علم اشعار اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ:

حضرت شیخ نظام الدین اولیاءؒ ادبی ذوق کے بھی مالک تھے۔ اکثر اوقات مجالس میں فارسی اشعار پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت حسن سنجری فرماتے ہیں کہ ایک بندے سے پوچھا کہ تم زیادہ تر کن لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو؟

بندہ نے آپ کے بعض بزرگ مریدوں کے نام لئے اور عرض کیا کہ ان ان کی خدمت میں رہتا ہوں۔ آفرین فرمائی اور یہ شعر زبان مبارک پر آیا۔

با عشقاں نشیں، غم گزیں

با ہر کہ نیست عاشق کم شو بار قریں[38]

ترجمہ: عاشقوں کے ساتھ بیٹھو اور عاشقی کا غم کھاؤ اور جو عاشق نہ ہو اس سے قربت کم رکھو۔

اس طرح ایک اور موقع پر اشعار ذکر کرتے ہیں:

اس کے بعد پارساؤں کی فضیلت اور ان کی حکایت کے سلسلے میں یہ دو مصرعے زبان مبارک پر آئے۔

گر نیک آیم مرا از یشاں گہرند

ور بد باشم مرا بدیشان بخشند[39]

ترجمہ: اگر میں نیک ہوں تو ان میں میرا حشر ہو اور اگر میں بد ہوں تو ان کے طفیل مجھے بخش دیا جائے۔

اکثر مقامات پر حضرت شیخ نظام الدین اولیآءؒ نے مطلقاً اشعار ذکر کیے ہیں۔ شاعر کا نام ذکر نہیں کیا ہے۔ لیکن بعض اوقات شعر کے ساتھ شاعر کا نام بھی ذکر کر دیتے ہیں۔ جیسے حکیم سنائی کا شعر ذکر کرتے ہیں۔
اس کے بعد خواجہ ذکرہ اللہ بالخیر نے فرمایا کہ جب درویش سے اس طرح کی کوئی چیز ظاہر ہو جائے تو پھر اسے یہاں نہیں رہنا چاہئے اور حکیم سنائی نے اس بات کو نظم کیا ہے۔

بیش نما جمال جان افروز　　　چوں نمودی برو سپند بسوز
آن جمال تو چیست مستی تو　　　وان سپید تو چیست ہستی تو[40]

علم لغت اور نظام الدین اولیآءؒ:

حضرت نظام الدینؒ کو علوم عقلیہ اور نقلیہ پر مکمل عبور حاصل تھا۔ آپ نے بہت مقامات پر الفاظ کے مختلف معانی لغت کی رو سے بھی بیان کئے ہیں۔ جیسا کہ جب صدقہ کا وعظ فرما رہے تھے تو اس دوران فرمانے لگے:
اس کے بعد فرمایا کہ ایک "صدقہ" ہوتا ہے اور دوسرا لفظ "صدقہ" اس سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک صدقہ تو ہم کو معلوم ہے۔ لیکن صدقہ دین اور مہر کو بھی کہتے ہیں۔ میں اور یہ دونوں معانی صدق اور محبت کا تقاضا کرتے ہیں۔ یعنی جو شخص نکاح کرنا چاہتا ہے۔ اسے لازماً صدق و محبت پیدا کرنا چاہئے۔ پس وہ مہر کو درمیان لاتا ہے۔ یہ صدقہ ہے اور جو راہ حق میں کوئی چیز دیتا ہے تو وہ بھی آنحضرت کی محبت میں دیتا ہے۔[41]

علم تاریخ و سوانح اور حضرت نظام الدین اولیآءؒ:

فوائد الفوائد اولاً خود ایک تاریخ کی کتاب ہے۔ کیونکہ اس میں حضرت نظام الدین اولیاء کے واقعات ،حالات اور ملفوظات کو باقاعدہ طور پر خواجہ حسن نے تاریخ، دن اور وقت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ہر مجلس کے آغاز میں تاریخ اور وقت ذکر کرتے ہیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ فوائد الفوائد میں علم تاریخ کو کتنی اہمیت دی گئی ہے۔ فوائد الفوائد کو بنظر غائر پڑھا جائے تو اس میں بہت سے صحابہ کرام، تابعین، آئمہ کرام اور اولیآء کرام کے حالات زندگی کا تاریخی لحاظ سے پتہ چلتا ہے۔ پھر مختلف بادشاہوں اور ممالک کے حالات کو حضرت نظام الدین اولیاء نے کس طرح نہایت ہی اجمالی یا تفصیلی انداز میں تاریخی حقائق سے بیان کیا ہے۔ نیز فوائد الفواد میں تاریخی اعتبار سے مختلف بادشاہوں کے زمانہ میں بزرگان دین کے حالات کو بھی قلمبند کیا گیا ہے۔ جیسے اچ شریف اور ملتان کے حالات کے ساتھ ساتھ سلطان شمس الدین دہلی کے حضرت بہاءالدین ذکریا ملتانیؒ کے ساتھ تعلقات کو ذکر کرتے ہیں۔

اس بات کی مناسبت سے حکایت بیان فرمائی کہ جس زمانے میں اوچ اور ملتان قباچہ کے قبضہ میں تھا اور سلطان شمس الدین دہلی میں تھا۔ ان کے درمیان دشمنی پیدا ہو گئی۔ شیخ بہاء الدین ذکریا ملتانی اور ملتان کے قاضی ان دونوں نے سلطان شمس الدین کو خط لکھے اور یہ دونوں خط قباچہ کے ہاتھ پڑ گئے۔ قباچہ کو غصہ آیا۔ قاضی کو قتل کر دیا اور شیخ کو محل میں طلب کیا۔ چنانچہ شیخ بہاءالدین ذکریا ملتانی محل میں تشریف لے گئے اور جس طرح ہمیشہ بے خوف جاتے تھے اندر گئے اور قباچہ کے داہنی جانب حکم کے موافق مقررہ جگہ پر بیٹھ گئے۔ قباچہ نے ان کا خط ہاتھ میں دیا۔ شیخ نے اسے پڑھا اور فرمایا کہ ہاں یہ خط میں نے لکھا ہے اور میری تحریر ہے۔ قباچہ نے پوچھا کیوں لکھا؟ شیخ نے فرمایا کہ میں نے جو لکھا ہے۔ ارشاد ربانی سے لکھا ہے۔ جو تیرا جی چاہے کر اور تو کر ہی کیا سکتا ہے؟ تیرے ہاتھ میں ہے ہی کیا؟ قباچہ یہ بات سن تو شش و پنج میں پڑ گیا۔[42]

نتائج تحقیق:

1. حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے اس وقت مروجہ علوم وفنون کو نہ صرف حاصل کیا بلکہ ان کی اشاعت اور ترویج میں بھی اہم کردار ادا کیا۔

2. مقالہ کی تکمیل کے بعد اس سوال کا جواب بھی واضح ہو گیا کہ صوفیائے کرام علوم عقلیہ اور نقلیہ کے بحر بیکراں تھے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ اپنے زمانہ میں کسی مفتی اور شیخ الحدیث سے کم نہیں تھے۔ نیز حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے علمی مقام سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ علم طریقت اور شریعت در حقیقت ایک ہی علم ہے۔ ایک علم میں احکام بتائے جاتے ہیں جبکہ دوسرے علم میں عمل کرنے کا طریقہ بتایا جاتا ہے۔

3. حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات میں عمومی گفتگو ہوتی تھی۔ ملفوظات لکھنے یا بیان کرنے میں مرتب یا ملفوظات بیان کرنے والے ذہن میں صاحب علم یا علماً کرام کی تعلیم و تربیت مقصود نہیں تھی۔ بلکہ عام سادہ مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھانے یا پھر مریدین اور سالکین کی تربیت مقصود تھی۔ یہی وجہ ہے کہ ملفوظات کی زبان نہایت سادہ اور آسان ہے۔ اور ان علمی و تحقیقی مباحث سے اعراض کیا گیا ہے جو عوام الناس کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔

4. حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا صرف فوائد الفواد کے ملفوظات سے علمی مقام کا اندازہ ہی لگایا جاتا ہے۔ صحیح معنی میں آپ کی علم تصوف کے علاوہ کسی فن یا علم میں مہارت کا اندازہ کم از کم فوائد الفواد کی روشنی میں لگانا مشکل ہے کہ آپ خصوصی طور پر کس فن میں مہارت تھی۔

5. مذکورہ بالا اوراق میں صرف علوم اسلامیہ کے مروجہ چند علوم میں حضرت نظام الدین اولیآءؒ کی مہارت کا اندازہ لگایا گیا ہے۔مذکورہ علوم کے علاوہ دیگر علوم پر بھی فوائد الفواد کی روشنی میں تحقیق کی جا سکتی ہے۔جیسے سماجیات کے علوم وغیرہ۔

فوائد الفواد میں خواجہ حسن سنجری کی علمی دیانت کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ کس انداز میں آپ کے ملفوظات کو عقیدت اور تعلق کی مبالغہ آرائی کے بغیر پیش کیا ہے۔

سفارشات:

1. فوائد الفواد عصر حاضر کے مسلکی اختلافات سے خالی کتاب ہے۔لہذا مذہبی ہم آہنگی کو ترویج دینے کے لئے فوائد الفواد کا مطالعہ ضروری ہے۔
2. حکومت پاکستان کو چاہئے کہ سرکاری سطح پر جامعات میں تصوف چیئر قائم کرے تاکہ صحیح معنی میں صوفیائے کرام کی تعلیمات کو عوامی سطح پر پہنچایا جائے۔
3. آنے والے محققین کو"فوائد الفواد کی روشنی میں سماجی رویے"کا عنوان تجویز کیا جاتا ہے۔

حواشی

۱۔امیر خورد، محمد مبارک علی کرمانی، تکملہ سیر الاولیاء، دہلی، مطبع محب ہند، ۱۳۰۲ھ، ص۱۱۸، ۱۱۷

۲۔دہلوی، محمد بن فضل اللہ، جمال، سیر العارفین، لاہور، مطبع رضوی ۱۳۱۱ھ، ۱۱۸، ۱۱۷

۳۔برنی، ضیاء الدین، تاریخ فیروز شاھی، اردو ترجمہ، ڈاکٹر معین الحق،، لاہور، مرکزی اردو بورڈ، ۱۹۶۹، ص۲۳

۴۔حضرت امیر حسن کی تاریخ وفات تو صحیح معلوم نہیں مگر دی گئی تاریخ عرس کی نسبت سے مشہور ہوگئی ہے۔

۵۔امیر خورد، تکملہسیر الاولیا، ص۲۳۔

۶۔(۱) دہلوی، عبد الحق محدث دہلوی، اخبار الاخیار، دہلی، مطبوعہ مجتبائی دہلی، ۱۳۳۲ھ،، ص۶۸ (۲) رحمان علی، تذکرہعلمائے ہند، لکھنو، مطبع منشی نول لکھنوء،، ص۴۵

۷۔دیکھئے نفاس الانفاس قلمی نسخہ، نسخہ ندوۃ العلماء، لکھنوٗ، ملفوظ ۱۰

۸۔سنجری، امیر حسن، مقدمہ فوائد الفوائد (اردو ترجمہ خواجہ حسن ثانی نظامی)، لاہور، زاویہ فاؤنڈیشن، ص۱۰۶

۹۔ترجمہ اردو فوائد الفوائد از خواجہ حسن ثانی نظامی، زاویہ پبلی کیشنز، لاہور

۱۰۔ڈاکٹر نثار، مقدمہ اردو ترجمہ فوائد الفوائد، ص۱۱۸

۱۱۔ نظامی، خلیق احمد، ڈاکٹر، حیات عبد الحق محدث دہلوی، دہلی، ندوۃ المصنفین ۱۹۸۳ء، ص ۳۸،

۱۲۔ سنجری، فوائد الفوائد، مجلس ۱۱،، ج ۳، ص ۵۶۱

۱۳۔ سنجری، فوائد الفوائد، مجلس ۱۸، ج ۲، ص ۳۸۷

۱۴۔ سنجری، فوائد الفوائد، مجلس ۱۳، ج ۲، ص ۴۶۳

۱۵۔ القرآن، مومون: ۵۱

16 القران: الکہف، ۱۹

17 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۹ ج ۲ ص ۵۳۸

18 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۹ ج ۲ ص ۵۳۸

19 ترمذی، محمد بن عیسی، جامع ترمذی، بیروت، دار الغرب، ۱۹۹۸، ج ۳، ص ۴۰۷، رقم ۱۹۴

20 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۰، ج ۵، ص ۵۳۸

21 طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، بیروت، دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵، ج ۴، ص ۴۸۵، رقم ۶۷۶۴

22 عسقلانی، احمد بن علی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج ۶، ص ۲۰۸

23 ترمذی، سنن ترمذی، ج ۱، ص ۲۹۴، رقم ۱۳۵۶

24 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۰، ج ۵، ص ۵۳۸

25 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱، ج ۴، ص ۲۹۰

26 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۳۴، ج ۴، ص ۳۴۵

27 طبرانی، سلیمان بن احمد، المعجم الاوسط، بیروت، دار الحرمین، ۱۴۱۵ھ / ۱۹۹۵، ج ۴، ص ۴۸۵، رقم ۶۷۶۴

28 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۰، ج ۵، ص ۴۳۰، ۴۲۹

29 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۳، ج ۳، ص ۲۷۸

30 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۳، ج ۳، ص ۲۷۹

31 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۲، ج ۵، ص ۴۳۲، ۴۳۱

32 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۹، ج ۴، ص ۳۰۳

33 سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۳۳، ج ۳، ص ۳۴۷، ۳۴۶

34 مقدمہ فوائد الفواد، ص ۱۴۰

35 امیر خورد، تکملہ سیر الاولیا، ص ۴۱۷

[36] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۴، ج ۱، ص ۱۵۴

[37] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۱۵، ج ۱، ص ۱۵۶

[38] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۲۱، ج ۱، ص ۱۰۴

[39] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۲۰، ج ۲، ص ۱۶۴

[40] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۲۹، ج ۱، ص ۱۷۷

[41] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۳۳، ج ۱، ص ۱۸۳

[42] سنجری، فوائد الفواد، مجلس ۲۳، ج ۲، ص ۲۲۵